استدراک از محمد رضی الاسلام ندوی

(۱) یہ کہنا صحیح نہیں کہ 'احادیث' کا اطلاق صرف صحیح روایات پر ہوتا ہے۔ اصول حدیث میں اصطلاحی طور پر 'حدیث' ہر اس قول، فعل اور 'تقریر' کو کہتے ہیں جس کی نسبت اللہ کے رسول ﷺ کی طرف کی جائے۔ پھر ثبوت وعدم ثبوت کے اعتبار سے حدیث کی دو قسمیں کی گئی ہیں۔ ایک مقبول اور دوسری مردود جسے ضعیف بھی کہتے ہیں۔ مقبول میں حدیث صحیح اور حدیث حسن آتی ہیں اور مردود بہ سبب سقوط از سند کی قسموں میں معضل، منقطع، مرسل، مدلّس وغیرہ اور مردود بہ سبب طعن راوی کی قسموں میں موضوع، متروک، منکر، مختلط، معلّل وغیرہ کو شمار کیا گیا ہے۔ موضوع روایت واقعۃً حدیث نہیں ہوتی، لیکن اس کے لیے حدیث کا لفظ اس لیے استعمال کیا جاتا ہے کیوں کہ اسے وضع کرنے والا اس کے حدیث ہونے کا مدّعی ہوتا ہے۔ محدِثین کرام نے 'موضوع احادیث' کی ترکیب استعمال کی ہے اور اس میں کوئی مضایقہ نہیں سمجھا ہے۔ اس کا ثبوت ان کتابوں کے عناوین ہیں جن میں موضوع روایات اکٹھا کی گئی ہیں۔ ایسی چند کتابوں کے نام یہ ہیں: **اللآلی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة** (سیوطی) **الفوائد المجموعة فی الاحادیث الموضوعة** (مقدسی) **الاسرار المرفوعة فی الاحادیث الموضوعة** (ملّا علی قاری) **الفوائد المجموعة فی الأحادیث الموضوعة** (شوکانی) **تحذیر المسلمین من الأحادیث الموضوعة علی سید المرسلین** (ازہری) **الآثار المرفوعة من الأحادیث الموضوعة** (عبدالحی فرنگی محلی) **سلسلة الأحادیث الضعیفة و الموضوعة** (البانی).

(۲) شاہ ولی اللہؒ کا یہ جملہ ہے: "**حتی نشأ فیهم المولّدون و أبناء سبایا الأمم**" مولانا صدرالدین اصلاحی نے 'مولّدون' کا ترجمہ 'دوغلی اولادوں' کیا ہے۔ آگے اسی کی وضاحت ہے، یعنی "دوسری قوموں کی قیدی عورتوں سے پیدا ہونے والی نسل"۔ حجۃ اللہ البالغۃ طبع دہلی کے محشّی نے بھی یہی تشریح کی ہے۔ انھوں نے لفظ 'مولّدون' پر یہ حاشیہ لگایا ہے "**المولّد من کان أبوه من قوم و أمه من آخر و کان ابناء سبایا الامم**

عطف تفسیری ''لفظ 'دوغلا' بھی اس معنٰی میں **مستعمل** ہے۔فرہنگ آصفیہ میں ہے: ''وہ شخص جس کے ماں باپ ایک قوم کے نہ ہوں''۔اگر یہ ترجمہ صحیح نہیں تو ڈاکٹر صاحب کو بتانا چاہیے کہ اس کا صحیح ترجمہ کیا ہوگا؟

(۳) سورۂ الحجرات آیت ۱۴ میں جن 'اَعراب' کا تذکرہ ہے وہ منافق تھے، اس رائے میں مولانا صدرالدین اصلاحیؒ منفرد نہیں ہیں۔قدماء میں بھی متعدد حضرات کا یہی خیال تھا۔علامہ ماوردیؒ (م ۴۵۰ھ) نے لکھا ہے: **انهم آمنوا بألسنتهم دون قلوبهم ، فلم يكونوا مؤمنين، وتركوا القتال فصاروا مستسلمين لا مسلمين، فيكون مأخوذاً من الاستسلام لا من الإسلام** ۔تفسیر الماوردی، طبع کویت، ۴/ ۷۷ (ان لوگوں نے زبان سے ایمان کا اظہار کیا تھا، دل سے نہیں۔اس لیے وہ مومن نہ تھے اور انھوں نے جنگ نہ کی تھی، لہٰذا وہ خود سپردگی کرنے والے تھے، مسلمان نہ تھے، گویا آیت میں لفظ 'اسلمنا' استسلام سے ماخوذ ہے، نہ کہ اسلام سے)۔علامہ قرطبیؒ (م ۶۷۱ھ) فرماتے ہیں: ''**وبالجملة فالآية خاصة لبعض الأعراب، لأنّ منهم من يؤمن بالله واليوم الآخر كما وصف الله تعالىٰ، ومعنىٰ 'وَلٰكِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا' اى استسلمنا خوف القتل والسبى، وهذه صفة المنافقين** ''تفسیر قرطبی، طبع مصر ۱۹۸۷ء، ۱۶/ ۳۴۸ (خلاصہ یہ کہ یہ آیت صرف بعض 'اَعراب' سے متعلق ہے، ورنہ ان میں کچھ ایسے بھی تھے جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے۔'اسلمنا' کا مطلب ہے کہ قتل ہونے اور قیدی بننے کے اندیشے سے خود سپردگی اختیار کرلی۔اور یہ منافقین کی صفت ہے) امام بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) کا رجحان بھی اسی طرف ہے۔انھوں نے اپنی صحیح کی کتاب الایمان میں ایک ترجمۃ الباب یہ قائم کیا ہے: **باب اذا لم يكن الإسلام على الحقيقة وكان على الاستسلام أو الخوف من القتل** ۔باب نمبر ۱۹ (اس چیز کا بیان کہ 'اسلام' سے بسا اوقات اس کے حقیقی معنٰی مراد نہیں ہوتے، بلکہ وہ قتل کے اندیشے کی وجہ سے خود سپردگی کے معنٰی میں ہوتا ہے) دلیل میں انھوں نے یہی آیتِ زیرِ بحث پیش کی ہے۔ویسے راقمِ سطور فاضل مضمون نگار کا

ہم رائے ہے کہ آیت میں جن اَعراب کا تذکرہ ہے وہ منافق نہ تھے، بلکہ مسلم تھے۔ متقدمین میں علامہ ابن کثیرؒ (م۷۷۴ھ) نے بھی امام بخاریؒ کی رائے سے اختلاف کیا ہے۔ انھوں نے ان کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے: ''ان هولاء الأعراب المذكورين فى هذه الآية ليسوا بمنافقين، و انما هم مسلمون لم يستحكم الايمان في قلوبهم فادّعوا لأنفسهم مقاماً اعلىٰ ممّا وصلوا اليه ، فادّبوا فى ذلک ... ولو كانوا منافقين لعنّفوا وفضحوا كماذكر المنافقين فى سورة براءة'' تفسیر ابن کثیر، طبع مصر، ۱۹۳۷ء، ۲۱۹/۴ (جن اعراب کا اس آیت میں تذکرہ ہے وہ منافق نہ تھے، بلکہ وہ مسلم تھے، جن کے دلوں میں ایمان جاگزیں نہ ہوا تھا، اسی لیے ان کی جو پوزیشن تھی، اس سے بڑھ کر مقام کے مدّعی تھے، اس پر انھیں تنبیہ کی گئی... اگر وہ منافق ہوتے تو ان کی سرزنش اور فضیحت کی جاتی اور اس طرح ان کا ذکر کیا جاتا جس طرح سورۂ براءہ میں منافقین کا کیا گیا ہے)۔

(۴) حدیث قرآن کی طرح قطعی الثبوت نہیں ہے۔ اسی لیے محدثین نے روایت اور درایت دونوں اعتبار سے اس کی جانچ کے اصول وضع کیے ہیں۔ انھوں نے ثبوت اور عدم ثبوت کے اعتبار سے حدیث کی بہت سی قسمیں بیان کی ہیں۔ ظاہر ہے، حدیث ضعیف میں غلطی کا امکان ہوسکتا ہے۔ یہ بات کہ صرف ثابت شدہ اور صحیح ارشاداتِ رسول کو حدیث کہا جائے اور دیگر کو روایات، اصولِ حدیث کی کتابوں سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ محدثین کرام نے لفظ 'حدیث' کا اطلاق ہر طرح کی روایات پر کیا ہے اور ان کی صحت و عدم صحت کے اعتبار سے الگ الگ ان کے احکام بیان کیے ہیں۔

(۵) روایت بالمعنیٰ کا مفہوم وہی ہے جو مولانا صدرالدین اصلاحی نے بیان کیا ہے، یعنی ''ارشاداتِ رسول کے الفاظ سے قطع نظر کرتے ہوئے ان کے اصل مقصود کو اپنے لفظوں میں ادا کردیا جائے'' یہی بات شاہ ولی اللہؒ نے بھی لکھی ہے کہ ''روایت بالمعنیٰ کرتے وقت عام راویانِ حدیث کی نگاہیں معانی پر مرکوز رہا کرتی تھیں...'' یہ بحث الگ ہے کہ رواۃ و محدثین نے نقلِ احادیث میں روایت باللفظ کا لحاظ رکھا ہے یا روایت بالمعنیٰ کا۔

ڈاکٹر صبحی صالح نے اس موضوع پر اچھی بحث کی ہے۔ انھوں نے لکھا ہے: ’’علماء روایتِ حدیث کے ابتدائی دور میں خصوصی طور پر سختی سے کام لیتے اور روایت بالمعنیٰ کی اجازت نہیں دیتے تھے... نبی اکرم ﷺ صحابہ کو تعلیم دیتے تھے کہ آپ کے اصلی الفاظ یاد رکھیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر صحابہ روایت باللفظ پر سختی سے عمل پیرا تھے اور اس کو ترجیح دیتے تھے... تابعین واتباع تابعین کے عصر وعہد میں اکثر رواۃِ حدیث روایت باللفظ پر عمل پیرا تھے۔ اگرچہ بعض محدثین روایت بالمعنیٰ میں بھی حرج نہیں سمجھتے تھے... بعض محدثین صحابہ کے علاوہ دوسروں کو روایت بالمعنیٰ کی اجازت نہیں دیتے۔ صحابہ کی تخصیص اس لیے ہے کہ وہ عربی النسل تھے اور عربی ان کی مادری زبان تھی۔ قاضی ابوبکر ابن العربی فرماتے ہیں ’’روایت بالمعنیٰ کے جواز یا عدم جواز کا اختلاف عصر صحابہ سے مختص ہے، دوسروں کے لیے روایت بالمعنیٰ جائز نہیں ہے‘‘... امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت بالمعنیٰ کے بارے میں ایک معتدل اور متوسط زاویۂ نگاہ اختیار کیا ہے۔ آپ احادیث مرفوعہ کی روایت بالمعنیٰ کو ناجائز اور غیر مرفوع احادیث کی روایت بالمعنیٰ کو جائز قرار دیتے ہیں... بخلاف ازیں محدث ابن الصلاح احادیث مرفوعہ میں بھی روایت بالمعنیٰ پر پابندی عائد کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ احادیث مرفوعہ وغیر مرفوعہ کی روایت بالمعنیٰ میں وہ صرف یہ شرط عائد کرتے ہیں کہ روایت کنندہ کو عربی کا عالم اور الفاظ کی صحیح ادائیگی پر قادر ہونا چاہیے... مناسب یہ ہے کہ روایت بالمعنیٰ کی اجازت کو ہمیشہ مبنی بر ورع واحتیاط الفاظ کے ساتھ مقیّد ومشروط کر دینا چاہیے‘‘ (علوم الحدیث، اردو ترجمہ از غلام احمد حریری، اسلامک بک فاؤنڈیشن نئی دہلی، ۲۰۰۲ء، ص ۱۰۱-۱۰۷ بتلخیص)

پاکستان میں

سہ ماہی تحقیقاتِ اسلامی کے لیے رابطہ کریں:

جناب سجاد الٰہی صاحب، 27-A، لوہا مارکیٹ، مال گودام روڈ، بادامی باغ، لاہور

Tel: 0300-4682752, (R)5863609, (0)7280916

Email: Sammaradnan<talluadnan@yahoo.com>